خلع میں قاضی وحاکم کا کردار واختیار۔ تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر امان اللہ بھٹی*

نصرت عقیل**

حافظہ صبیحہ منیر***

Family is the basic unit of society. It guarantees the integration of any social system. Islam lays down laws and principles which confirm and strengthen the institution of family. In Islamic society man and woman are given equal rights and duties to bring up and nourish the coming generations. In this research system are discussed in the light of Quran and Hadith. Islam permits polygamy to keep harmony in the muslim socity. Main emphasis is on the upbringing of coming generations and their training. In the four walls of the house a woman is the queen bears central place but spiritual and legal leadership goes to man. That is why in Quran and Hadith there is great emphasis on Nikah....because Nikah is the social and spiritual bond which holds criss cross of a family.

اسلام کی آمد سے قبل معاشرے میں خاوند خواہ کیسا ہی جابر وظالم، بدمزاج، بداخلاق، ان پڑھ، جاہل وحشیانہ برتاؤ کرنے والا ہو چاہے فرائض زوجیت ادا کرنے کا اہل نہ ہو، عورت کسی طور پر بھی اس کے ظلم وبربریت سے آزاد نہ ہو سکتی تھی۔ اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے وہ انسانوں کی محدود تفریق کا قائل نہیں ان کے درمیان مخصوص وجود (رنگ، نسل، وطن اور زبان) کی بنا پر فضیلت وذلت کو نہیں مانتا۔ قرآن پاک میں یوں بیان کیا ہے:

(يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔)(۱)

"اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں ور ڈرتے

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ، لاہور

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

*** لیکچرر، اتفاق ہسپتال، ماڈل ٹاؤن، لاہور

رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبر دار رہو قرابت والوں سے۔"

نکاح ایک پاکیزہ اور پائیدار بندھن ہے، اسکی بنیاد باہمی الفت ومحبت اور سکون و طمانیت پر ہے۔ اس رشتہ کو مضبوط تر بنانے کے لئے کوشاں رہنا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ۚ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْـًٔا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا(۲)

ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے ورثے میں لے بیٹھو انہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں ۔ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائی کردے۔

خلع کا لغوی مفہوم

ابن منظور خلع کا لغوی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

(خلع امراتہ خلعا بالضم وخلاعًا فاختلفت وخالقۃ ازالھا عن نفسہ وطلقھا علی بذل منھا بہ فھی خالع والاسم الخلعۃ وقد تغالھا واختلعت منہ اختلاعًا فھی مختلفعۃ۔)(۳)

خلع مندرجہ بالا تمام ابواب سے مستعمل ہے جس کے معنی اتار دینے کے آتے ہیں عربی محاورہ ہے خالعت "امساۃ زوجھا" عورت نے معاوضہ دے کر خاوند سے طلاق حاصل کی یا مرد نے بیوی کو اپنے تیئیں آزاد کیا اور اس کو کسی چیز کے بدلے طلاق دی۔

عبدالرحمن الجزیری فرماتے ہیں:

(الخلع بفتح الخاء- مصدر خلع كقطع، يقال خلع الرجل ثوبه خلعًا ؤذاله عن بدنه ونزعه عنه ويقال : خلعت النحل خلعًا نزعته ويقال : خلع الرجل امرأته وخالعت المرأة زوجها مخالعة اذا افتدت منه-)(۴)

"خلع بفتح کا۔ فعل خلع کا مصدر ہے کہا جاتا ہے کہ" خلع الرجل ثوبه خلعًا" یعنی اس نے اپنا کپڑا اتار دیا یا اُسے اپنے سے جدا کر دیا یا کہتے ہیں "خلعت النعل خلعًا" یعنی میں نے جوتی اتار دی یا پیر سے نکال دی،" خلع الرجل امرأتد وخالعت المرأة زوجها مخلعة" یعنی مرد نے اپنی عورت کو علیحدہ کر دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے علیحد گی اختیار کر لی۔"

حق خلع کا اصطلاحی مفہوم

ابن تیمیہ خلع کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

(الخلع الذی جاء به الكتاب والسنة : أن تكون المرأة كارهة للزوج تريد فراقه فتعطيه الصداق أو بعضه فلاء نفسها، كما يفتدى الأسر-)(۵)

"خلع کے متعلق جو کتاب وسنت میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر سے متنفر ہو اور اس سے جدائی چاہتی ہو اور اسے مہر واپس ادا کر دے اور یا اس کا بعض حصہ اپنے نفس کے فدیہ کے طور پر جیسا کہ قیدی اپنی آزادی کے لیے فدیہ دیتا ہے۔"

ابن حزم رقم طراز ہیں:

(الخلع وهو الافتداء اذا كرهت المرأة زوجها فحافت أن لا نوفيه حقه أو خافت أن يبغضها فلا يوفيها حقها فلها أن تفتدى منه ويطلقها ان رضى هو والا لم يجير هو ولا اجبرت هى انما يجوز بترا فيهما-)(٦)

"خلع فدیہ دینا ہے جب عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرے اور اسے خوف ہو کہ وہ اس کا حق ادا نہ کر پائے گی یا اسے خوف کہ وہ اس سے بغض رکھے گا اور اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے فدیہ دے اور وہ اسے طلاق دے دے اگر وہ راضی ہو البتہ اسے مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ عورت کو مجبور کیا جائے گا۔ خلع دونوں کی رضامندی سے ہی جائز ہے۔"

ابن قدامہ خلع کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

(فان هذا يسمّى خلعا؛ لأن المرأة تنخلع من لباس زوجها۔ قال الله تعالیٰ ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ (البقرہ: ۱۸۷) ويسمى افتداءً؛ لأنها تفتدى نفسها بمالٍ تبذله۔ قال الله تعالیٰ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾۔)[۷]

"لفظ خلع "خلع الثوب" سے ماخوذ ہے یعنی جب کوئی اپنا لباس اتار دے عورت کو مرد کے لیے اور مرد کو عورت کے لیے لباس کہا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔

خلع کا نام فدیہ بھی ہے کیونکہ عورت شوہر کو کچھ فدیہ دے کر اس سے خلاصی حاصل کرتی ہے اصطلاحی اعتبار سے خلع یہ ہے کہ عورت شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اس کے ساتھ گزار محال ہو جائے تو مہر میں وصول کی ہوئی مکمل یا کچھ رقم شوہر کو واپس دے کر اس سے علیحدگی اختیار کرے۔"

خلع و طلاق انفرادی و خاندانی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ جیسے ہم شخصی قانون بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایک قاضی و حاکم جو کہ ریاست کی طرف سے مسلمانوں کے باہمی تنازعات کے تصفے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں شمولیت اختیار کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر کر سکتا ہے تو اس کی جائز اور شرعی حدود کیا ہیں؟ کیا زوجین کے درمیان جمع تفریق یا دیگر معاملات میں جو کہ اس مسئلہ سے تعلق رکھتے ہیں، کلی اختیارات رکھتا ہے۔ یا اس

کے اختیارات محدود ہیں۔ اس کے بغیر وقوع خلع کا امکان ہے یا نہیں۔ اس باب میں ہم اس حوالے سے بحث کریں گے۔

بعض فقہاء سلطان (حاکم، قاضی) کو کلی اختیارات تفویض کرتے ہیں۔ جبکہ بعض کے ہاں سلطان کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک تیسری رائے یہ ہے کہ خلع اصل میں تو قاضی کے بغیر ہی ہوتا ہے لیکن اگر شوہر دینے سے انکار کردے تو پھر قاضی اپنا کردار ادا کرے گا اور خاوند کو خلع دینے پر مجبور کرے گا۔ ذیل میں ان تینوں آراء کی تفصیل ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

خلع کے معاملے میں قاضی یا حاکم کی شمولیت

جو فقہا خلع کے معاملے میں قاضی یا حاکم کی شمولیت کے قائل ہیں، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

ان کے نزدیک یہ امر قرآن سے ثابت ہے

(فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ۔)(۸)

"پس اگر تمہیں خدشہ ہو کہ وہ دونوں (شوہر اور بیوی) اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے۔"

اس بات کی تائید اس استدلال سے بھی ہوتی ہے جو ابن حجر نے فتح الباری میں اَبو عبید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس ضمن میں ابن حجر فرماتے ہیں:

(واستدل بقولہ تعالیٰ فان خفتم أن لا یقیما حدود اللہ البقرہ آیۃ، وبقولہ تعالی! وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من أھلہ وحکما من أھلھا البقرۃ ایۃ۔)(۹)

"اللہ کے ان فرمودات سے ابو عبید نے استدلال کیا ہے، پس اگر تم خدشہ محسوس کرو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ اور اگر تم

جھگڑے کا خدشہ محسوس کرو ان کے درمیان پس ایک حاکم شوہر کے گھر والوں میں سے اور ایک حاکم بیوی کے گھر والوں میں مقرر کردو۔"

امام قرطبی فرماتے ہیں:

(والخاطبة للحکام والتموسطین لمثل هذا الأمر وان لم یکن حاکما۔)(۱۰)

"اور خطاب حکماو متوسطین کے لیے ہے۔ متوسطین سے مراد حاکم کی عدم موجودگی میں جو اس جیسے اختیارات رکھتے ہوں۔"

ابو عبید فرماتے ہیں:

(مجعل الخوف لغیر الزوجین ولم یقل فان خافا، وقوی ذلك بقراءة حمة فی آیة الباب الا أن یخافا، بضم اوله علی البنأللمجهول۔)(۱۱)

"قرآن میں ان مقامات پر اللہ تعالیٰ نے "خوف وخدشہ" میاں بیوی کے علاوہ پر بولا ہے لہذا یوں نہیں فرمایا کہ اگر وہ دونوں خوف وخدشہ محسوس کریں۔ حمزہ کی قرآت بھی آیۃ الباب کی بات کو تقویت پہنچاتی ہے، جس میں ہے " الاان یخافا" مجہول بانتے ہوئے ی پر ضمہ پڑھا جائے مگر یہ کہ وہ دونوں ڈرائے جائیں۔"

اسی طرح احادیث میں بھی خلع کے معاملے میں قاضی یا حکم کی شمولیت کا جواز ملتا ہے۔ بخاری میں ہے:

(عن ابن عباس رضی الله عنهما أن امراة ثابت بن قیس رضی الله عنه أتت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت! یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ثابت ابن قیس ما أعتب علیه فی خلق ولادین ولکنی اکره الکفر فی اسلام فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اتردین علیه حدیقته؟ قالت نعم! قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبل الحدیقة وطلقها تطبیقة۔)(۱۲)

"حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں

ثابت بن قیس کی دینداری اور اخلاق میں عیب نہیں نکالتی بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہونا پسند نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دریافت فرمایا کیا تم ثابت کا (مہر میں) دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟ عورت نے عرض کیا: ہاں! چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس کو حکم دیا "اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔""

مذکورہ حدیث میں ثابت بن قیس کی بیوی کے خلع کا نفاذ رسول اللہ ﷺ نے بطور ایک قاضی وحاکم ہونے کے فرمایا:

"اس سلسلے میں مزید آثار بھی ہمیں صحابہ کرام سے ملتے ہیں۔ مثلاً ربیع بنت معوذ نے اپنے چچازاد سے خلع حضرت عثمانؓ کے دور میں خلع لیا تھا۔ جس کا نفاذ حضرت عثمانؓ نے خود فرمایا تھا۔"(۱۳)

(2) خلع کے نفاذ میں قاضی وحاکم کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟

کیا حاکم کے بغیر بھی خلع کا نفاذ ہو سکتا ہے؟ اس حوالے سے ابن قیم زاد المعاد میں مذکورہ آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

(وفی الآیۃ دلیل علی جوازہ مطلق باذن السلطان وغیرہ۔ ومنعہ طائفۃ بدون اذنہ، والأئمۃ الأربعۃ والجمہور علی خلافہ۔)(۱۴)

اس آیت میں خلع کے جواز کے مطلق ہونے کی دلیل ہے۔ خواہ اس میں حاکم کی اجازت شامل ہو یا نہ ہو۔ اور ایک گروہ نے حاکم کی اجازت کے بغیر خلع جائز قرار نہیں دیا۔ حالانکہ ائمہ اربعہ اور جمہور تو اسی بات کے قائل ہیں کے حاکم کی اجازت کے بغیر خلع لیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا حاکم کی اجازت کے بغیر خلع لینے کے بارے میں علماء کے ہاں دو مؤقف پائے جاتے ہیں۔ جمہور کے ہاں خلع حاکم کی اجازت کے بغیر لیا جا سکتا ہے جبکہ ایک گروہ کے ہاں نہیں لیا جا سکتا۔

ذیل میں ہم دونوں کی آراء پیش کرتے ہیں۔ ابن قدامہ المغنی میں رقمطراز ہیں:

(ولا یفتقر الخلع الی حاکم نص علیہ أحمد فقال یجوز الخلع دون السلطان وروی البخاری، ذلک عن عمر وعثمان ﷺ وبہ قال شریح والزہری ومالک والشافعی واسحاق وأھل الرأی وعن الحسن وابن سیرین لایجوز الا عندالسلطان۔)[۱۵]

"خلع (اپنے وقوع میں) حاکم کا محتاج نہیں امام احمد نے اس پر نص بھی نقل فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ خلع حاکم کی شمولیت کے بغیر بھی جائز ہے۔ امام بخاری نے حضرت عمر وعثمانؓ سے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے اور شریحؒ، زہریؒ، مالکؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ، اہل الرأی، حسنؒ اور ابن سیرینؒ کے نزدیک حاکم کے بغیر خلع نہیں لیا جاسکتا۔"

ابن قدامہ مزید فرماتے ہیں:

(ولنا! قول عمر وعثمان ولأنہ معاوضۃ فلم یفتقر الی السلطان کالبیع والنکاح، ولأنہ قطع عقد بالتراض أشبہ الاقالہ۔)[۱۶]

"اور ہم عمر وعثمانؓ کی بات کو ہی معتبر جانتے ہیں کیونکہ اس میں معاوضہ ہے لہذا یہ بیع اور نکاح کی طرح ہے کہ حاکم کا محتاج نہیں۔ کیونکہ اس میں عقد ومعاہدہ باہمی رضامندی کے ساتھ قطع کیا جاتا ہے۔"

امام بخاری فرماتے ہیں:

(وأجاز عمر الخلع دون السلطان۔)[۱۷]

"اور حضرت عمرؓ نے سلطان کے علاوہ خلع کی اجازت دی تھی۔"

فتح الباری میں ابن حجر فرماتے ہیں:

(أی بغیر اذنہ، وصلہ ابن أبی شبیۃ من طریق خیثمۃ بن عبدالرحمن قال: أتی بشر بن مروان فی خلع کان بین رجل وامرأۃ فلم یجزہ فقال لہ عبداللہ بن شہاب الخولانی! قد أتی عمر فی خلع فأجازہ، وأثار المصنف الی خلاف فی

ذلک أخرجہ سعید بن منصور (حدثنا ھشیم أنبانا یونس عن الحسن البصری قال! لایجوز الخلع دون السلطان) وقال حماد بن زید (عن یحی بن عتیق عن محمد بن سرین! کانوا یقولون) فذکر مثلہ، واختارہ أبو عبید واستدل لقولہ تعالی (فان خفتم الا یقما حدود اللہ) وبقولہ تعالی (وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما عن اھلہ وحکما من أھلھا) قال الخوف لغیر الزجین، ولم یقل فان خافا، وقوی ذلک بقراءۃ حمزۃ فی ایۃ الباب الاالہ أن یخافا) بضم اولہ علی النبألّلمجھول قال! والمراد الولاۃ، وردہ، النحاس بأنہ قول لامساعدہ الاعراب ولا اللفظ ولا المعنی، والطحاوی بأنہ شاذ مخالف لما عیہ الجم الفضیر، ومن حیث النظر أن الطلاق جائز دون الحاکم فذلک الخلع۔ ثم الذی ذھب الیہ مبنی علی أن وجود الشقاق شرط فی الخلع والجمھود علی خلافہ وأجابوا عن الآیۃ بأنھا جرت علی حکم الغالب وقد انکر قتادۃ ھذا علی الحسن فأخرج سعید بن عروبۃ فی (کتاب النکاح) عن قتادۃ عن الحسن فذکرہ، قال قتادۃ! ما أخذ الحس ھذا الا عن زیاد یعنی حیث کان أمیر العراق لمعاویۃ! قلت! وزیاد لیس أھلا أن یقتدی بہ۔)(۱۸)

"دون السلطان سے مراد ہے اس کی اجازت کے بغیر۔ خیثمہ بن عبد الرحمن کی سند سے ابن ابی شیبہ نے موصول بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ: بشیر بن مروان نے میاں، بیوی کے درمیان (خلع بدون سلطان) کی اجازت نہ دی۔ تو عبد اللہ بن شہاب الخولانی نے کہا عمرؓ نے تو اجازت دے دی تھی۔ مصنف نے (بخاریؒ) اس کے خلاف اشارہ کیا وہ یہ کہ سعید بن منصور نے نکالا ہے کہ ہشیم نے، یونس، الحسن البصری سے خبر دی تھی کہ حسن بصری فرماتے ہیں۔ حاکم یا قاضی کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا اور حماد بن نے یحیٰی بن عتیق، محمد بن سرین کے بارے میں کہا کہ وہ بھی اسی طرح کہتے تھے، اسی کی مثل ذکر کیا اور اَبو عبید نے بھی اسے بھی پسند کیا ہے اور اس آیت سے استدلال بھی کیا ہے کہ (پس اگر تمہیں ڈر لگے کہ وہ دونوں

اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے) اور اس آیت سے کہ اگر تم ان سے باہمی جھگڑے سے ڈرو تو ایک حاکم خاوند کے گھر والوں میں سے اور ایک حاکم بیوی کے گھر والوں میں سے مقرر کر دو۔ کہتے ہیں یہاں خوف کی نسبت زوجین کے علاوہ کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ نہیں کہا کہ اگر وہ دونوں ڈر جائیں، آیت الباب کو حمزہ کی قرأت مزید تقویت دیتی ہے وہ یہ کہ (الا أن یخافا) ی کے ضمہ کے ساتھ مجہول پڑھا جائے۔ لہذا اس سے مراد وولات ہیں۔ نحاس نے اس کی تردید فرمائی ہے کہ اعراب، لفظ اور معنی میں سے کوئی چیز بھی اس کی تائید نہیں کرتی۔ طحاوی فرماتے ہیں یہ شاذ مؤقف ہے ایک جم غفیر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ طلاق حاکم کے بغیر جائز ہے۔ پھر وہ لوگ جو کہتے ہیں جھگڑا اس خلع میں شرط ہے جمہور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ غالب طور پر ہے۔ سعید بن أبی عمرویۃ نے (کتاب النکاح) میں حسن پر تنکیر فرمائی ہے۔ جن میں قتادہ فرماتے ہیں یہ بات حسن نے زیاد سے لی ہے۔ جب معاویہؓ کے عہد میں عراق کا امیر تھا۔ میں کہتا ہوں زیاد اس قابل نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے۔"

درج بالا عبارت سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ خلع کے نفاذ یا وقوع میں سلطان کی موجودگی ضروری نہیں۔ کیونکہ کبار صحابہ اور أئمہ کا یہی مؤقف البتہ جو سلطان کی موجودگی ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا مؤقف ضعیف ہے۔ اس سلسلے میں المحلیٰ میں ابن حزم فرماتے ہیں:

(لا قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ
) (۱۹)

"اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بد دماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں۔"

(فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ -) (۲۰)

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لئے کچھ دے ڈالے، اس پر دونوں پر گناہ نہیں۔"

(فماتان الایتان فاضتان علی کل مافی الخلع واما من منع عنه بغیر اذن السلطان فروینا من طریق وکیع عن یزید بن ابراہیم التستری وربیع۔ هو ابن صبیح۔ کلاهما عن الحسن البصری قال! لایکون خلع الا عند السلطان۔ ومن طریق الجاج بن المنهال ناحماد بن زید نایحیی۔ هو ابن عتیق۔ أن سمع محمد بن سرین یقول کانوا یقولون لا یجوز الخلع الا عند السلطان، وطریق حماد بن سلمة عن أیوب الختیانی عن سعید بن جبیر قال! لایکون الخلع الاحتی یعظها فان اتعظت وله والاضربها فان اتعظت والا ارتقعا الی السلطان فیبعث حکما من اهلها وحکما من أهله یرفع کل واحد منهما الی السلطان مایسمع عن ماجه فان رأی أن یفرق فرق وان رای أن یجمع جمع۔) (۲۱)

"مذکورہ دونوں آیات ہر قسم کے خلع کے بارے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ لوگ جو سلطان کی اجازت کے بغیر خلع منع قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں ہمیں وکیع، زید بن ابراہیم التستری اور ربیع جو کہ ابن صبیح ہے دونوں حسن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں خلع حاکم کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ دوسری سند حجاج بن سھال، حماد بن زید، یحی جو کہ ابن عتیق ہے اس نے محمد بن سرین سے سنا کہ وہ فرماتے تھے خلع سلطان کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ حماد بن سلمۃ أیوب اسختیانی، سعید بن جبیر کی طریق سے کہتے ہیں خلع نصیحت کرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور نصیحت میں مار پیٹ بھی ہو گی لہذا اسی نصیحت کی وجہ سے ہی معاملہ قاضی کے پاس لے جائیں گے چنانچہ وہ ایک حاکم خاوند اور ایک بیوی کے گھر والوں میں سے مقرر کرے گا۔ ان حکموں میں سے ہر ایک معاملہ سلطان

کی طرف لے کر جائے گا۔ پس وہ ہر ایک کی رائے سنے گا چاہے تو تفریق کر دے اور چاہے تو ملا دے۔"

ابن حزم لکھتے ہیں:

(وھذا کلہ لاحجۃ علی تصحیحہ قال تعالی ﴿قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین﴾)۔ (۲۲)

"یہ سب دلائل اپنی حجت کے اعتبار سے حجت نہیں ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں اے نبی ﷺ کہہ دیجیے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔"

یہاں تک دو طرح کی آراء ہمارے سامنے آچکی ہیں۔ ایک سلطان کے مطلق طور پر شمولیت کی جبکہ دوسری مطلق نہیں کی۔ ایک کے ہاں سلطان کے بغیر خلع کا وقوع نہیں ہو سکتا جبکہ دوسروں کے ہاں خلع اَصل میں ہے سلطان مداخلت کے بغیر۔ لیکن فقہ السنۃ میں السید سابق نے ایک تیسری رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض صورتوں میں سلطان کی مداخلت ضروری ہے جبکہ بعض میں ضروری نہیں چنانچہ السید السابق رقمطراز ہیں:

(والخلع یکون بتراضی الزوج والزوجۃ، فاذا لم یتم التداقی منھما فلا قاضی الزام الزوج بالخلع بلأن ثابتا وزوجتہ رفعا أمرھما للنبی ﷺ وألزمہ الرسول بأن یقبل الحدیقۃ، ویطلق کما تقدم فی الحدیث۔)(۲۳)

"اگر میاں بیوی دونوں کی طرف سے (خلع پر) رضامندی مکمل نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ خاوند پر خلع لازم کر دے کیونکہ حضرت ثابتؓ اور ان کی بیوی نے اپنا معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچایا تھا تو آپ ﷺ نے ثابتؓ پر لازم کیا تھا کہ وہ باغ قبول کریں اور طلاق دے دیں۔"

عہد رسالت میں قاضی اور حکم کا کردار

منصب قضا کی اہمیت حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں

کسی بھی قوم کی نشوونما اور تعمیر وترقی کے لیے عدل وانصاف ایک بنیادی ضرورت ہے جس سے مظلوم کی نصرت ظالم کے ظلم کا قلع قمع اور جھگڑوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح حقوق کو ان کے مستحقین تک پہنچایا جاتا اور دنگا فساد کرنے والوں کو سزائیں دی جاتی ہیں تاکہ معاشرے کے ہر فرد کی جان ومال، عزت وحرمت اور مال واولاد کی حفاظت ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے "قضا" یعنی قیام عمل کا انتہادرجہ اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ -)(۲۴)

اے نبی کریم: "آپ لوگوں کے درمیان اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے مطابق فیصلہ کریں۔"

نبی کریم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں مسلمانوں کے لیے دین ودنیا کے تمام امور میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی تنہا ذات میں حاکم، قائد، مربی، مرشد اور منصفِ اعلیٰ کے تمام خصوصیات جمع تھیں۔ جو لوگ آپ ﷺ سے راضی نہیں ہوتے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

(فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا -)(۲۵)

"اے پیغمبر! تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں۔ پھر آپ کے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی پریشانی نہ محسوس کریں اور وہ اسے دل وجان سے قبول کریں۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے تقریباً تمام معاملات زندگی یا اُمور حیات میں اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے فرمائے۔

ذیل میں ہم صرف "حق خلع" کے بارے میں آپ ﷺ کے جو فیصلے منقول ہیں انہیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

عہد رسالت میں واقع ہونے والا پہلا خلع

(أن امرأة ثابت بن قیس أتت النبی ﷺ قالت یا رسول اللہ ثابت بن قیس ما أعتب علیہ فی خلق و لا دین ولکنی أکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ! أتردین علیہ حدیقة قالت! نعم قال رسول اللہ اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة۔)(۲۶)

"ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتی اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا تم ان کا باغ جو انہوں نے بطور مہر دیا تھا واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے ثابتؓ سے فرمایا کہ باغ قبول کر لو اور انہیں طلاق دے دو۔"

حضور ﷺ چونکہ بیک وقت قاضی ومفتی تھے اس لیے یہ حکم قضاء اور فتویٰ دونوں حیثیتوں کا حامل ہے۔

اس حدیث سے درج ذیل اَحکام مستنبط ہوتے ہیں۔

1. اسلام میں خلع جائز ہے۔ جیسے کہ قرآن میں ہے۔(فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ) (۲۷)

2. یہ اس وقت جائز ہے جب دونوں کو یا دونوں میں سے ایک کو خدشہ ہو کہ وہ حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکے گا۔ قرآن میں ہے(اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللہ (۲۸))
3. خلع میں عورت معاوضہ دے گی جو کہ اس نے مہر کی صورت میں لیا تھا۔ قرآن میں ہے(فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ) (۲۹))
4. خلع کے نفاذ میں قاضی وحاکم اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔

خلع-عہد خلفائے راشدین میں

حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے بعد رشد وہدایت کا منبہ وسرچشمہ یا وہ چشمہ صافی جس سے ہم فیض یاب ہوسکتے ہیں۔ وہ خلفائے راشدین المھدین کا طریقہ واُسوہ ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

(ثم من طریقة أهل السنة والجماعة واتباع آثار رسول الله ﷺ باطنا وظاهرا واتباع سبيل السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار واتبا وصية رسول الله ﷺ حيث قال (عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهدين من بعدى، تمسكوابها وعضوا عليها بالنواجذ)۔) (۳۰)

"اہل سنت والجماعہ کا طریقہ یہ رہاہے ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے آثار کی ظاہری وباطنی ہر دو طرح سے اتباع کرتے ہیں۔ اسی طرح سابقین اولین مہاجرین کے طریقہ کی بھی، اور وہ نبی ﷺ کی اس وصیت کی پیروی کرتے ہیں۔ فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهتدیين عضو عليها بالنواخذ۔"(۳۱)

عہدِ خلفاء کے صرف انہی قضایا یا نظائر کو ہم پیش کریں گے جو حق خلع سے تعلق رکھتے ہیں۔

خلافت راشدہ میں سنتِ نبویؐ کے عین مطابق اصول اختیار کیے گئے۔ خلفائے راشدین کا فقہی انداز رسول اللہ ﷺ کے مطابق تھا۔ درج ذیل مثالیں اس حوالے سے بیان کی جارہی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بھی خلع کے واقعات پیش آئے جن میں عورت کو اختیار دیا کہ اگر عورت خلع کا ارادہ کرلے تو اس سے انکار نہ کرو خلع کو جائز قرار دیا اس کی مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل روایات پیش نظر ہیں۔

(أخبرنا ابو طاہر الفقیہ انا ابو بکر القطان نا ابراہیم بن الحارث نا یحی بن أبی بکر نا أبو ہلال نا عبداللہ بن یریدۃ قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اذا أراد النساء الخلع فلا تکفروھن۔)(۳۲)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عورتیں خلع کا ارادہ کریں تو انکار نہ کرو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ:

(ان امرأۃ نشرت من زوجھا فی امارۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فأمر بالی بیت کثیر الزیل فمکثت فیہ ثلاثۃ ایام ثم اخرجھا فقال لھا کیف رأیت قالت ما وجدت الراحۃ الا فی ھذہ الایام فقال عمر رضی اللہ عنہ اخلعھا ولو من قرطھا۔)(۳۳)

"حضرت عمرؓ نے ایک نافرمان عورت کو پکڑا اور اسے سمجھایا مگر اس نے کسی نصیحت پر کان نہیں دھرا حضرت عمر فاروقؓ نے اسے تین دن کے لیے بہت سے اونٹوں والے باڑے میں بند کر دیا پھر اسے بلا کر پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے وہ بولی امیر المومنین مجھے یہی تین دن تو آرام کے میسر آئے ہیں اس پر حضرت عمرؓ

نے اس کے شوہر سے فرمایا کہ اس سے خلع کر لو خواہ اس کے کان کے بندے پر کرو۔"

حضرت عمر فاروقؓ کے اس فرمان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت وہی قاضی کا عہدہ سر انجام دے رہے تھے اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قاضی کے سامنے عورت خلع کا مطالبہ کرے تو قاضی وقت اس کو انکار نہ کرے بلکہ قاضی یہ اختیار رکھتا ہے کہ معاملے کی چھان بین کر کے اسے آزاد کروائے۔ ایک اور روایت میں یوں بیان ہے:

(قال ونا سفیان عن ابی لیلیٰ عن الحکم بن عتیبة عن خیشمة عن عبداللہ بن شھاب الجولانی ان امرأۃ طلقھا زوجھا علی الفادرھم فرفع ذلک ابی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال باعک زوجک طلاقا بیعا واجازہ عمر۔)(۳۴)

حضرت عمر فاروقؓ نے اس عورت سے فرمایا جس کے خاوند نے اسے ایک ہزار درہم کے عوض طلاق دے دی تھی کہ تیرے شوہر نے تجھے حق طلاق فروخت کر دیا ہے۔

(عبدالرزاق عن معمر عن أیوب عن نافع أن الربیع اختلعت من زوجھا، فرفع ذلک ابن عمر الی عثمان فأجازہ۔)(۳۵)

"نافع بیان کرتے ہیں ربیع نے اپنے خاوند سے خلع لیا تو اس مسئلہ کو ابن عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے نافذ کر دیا۔"

حضرت عثمانؓ

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی خلع کے واقعے ہوئے۔ احادیث مبارکہ ہے۔

(عن نافع أنہ سمع ربیع بنت مسعود بن کفراء وھی تخبر عبداللہ بن عمر أنھا اختلعت من زوجھا علی عھد عثمان فجاء معاذ بن عفراء الی عثمان فقال! ان ابنة معوذ اختلعت من زوجھا الیوم اتنتقل؟ فقال لہ عثمان!

لتنتقل والامیراث بینھما ولاعدة علیھا الا أنھا لاتنکح حتی تحیض حیضة خشیة أن یکون بھا حبل فقال عبداللہ عندذلک! عثمان خیر ناوأعلمنا۔)(۳۶)

ایک ایسی خاتون حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی جسے اس کے شوہر نے مارا تھا اس خاتون نے حضرت عثمانؓ سے گزارش کی کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے دے تو میں اس کا دیا ہوا مہر اسے واپس لوٹا دوں گی پیش کش کے بارے میں بتایا اور اس نے اس پیشکش کو قبول کر لیا تو حضرت عثمانؓ نے اس خاتون سے کہا کہ خلع حاصل کرنے کے بعد اب تم جاسکتی ہو لیکن اس خلع سے صرف ایک طلاق واقع ہو گئی۔

(عن عروة عن ابیہ قال، خلع جمھان الأسلمی امرأة ثم ندم وندمت فأتوا عثمان فذکر واذلک لہ قال فقال عثمان ھی تطلیقة الا أن تکون سمت شیٔا فھو علی ماسمت۔)(۳۷)

"جہمان اسلمی نے اپنی بیوی کا خلع قبول کیا پھر اس پر دونوں میاں بیوی نادم ہوئے اور انہوں نے عثمانؓ کے پاس حاضر ہو کر انہیں یہ ماجرا بیان کیا تو حضرت عثمانؓ نے کہا یہ ایک طلاق ہے البتہ اس نے خلع کی جو رقم ذمہ لی ہے وہ اس عورت پر لاگو ہو گئی۔"

(عن نافع عن الربیع ابنة معوذ بن عفراء قالت! کان لی زوج یقل الخیر علی اذا حضر ویجزنینی اذا غاب فکانت منی ذلة یوماً فقلت بہ اختلعت مناء، بکل شئ أملکہ فقال! نعم ففعلت فھاصم اینی معاذ بن عفراء الی عثمان فأجاز الخلع وأمر أن یأخذ عقاص رأیسی فمادونہ أو قالت دون عقاص الرأس۔)(۳۸)

"ربیع بنت معوذ بن عفراء بیان کرتی ہیں میرا خاوند میرے پاس ہوتے ہوئے مجھ سے اچھا سلوک نہ کرتا تھا اور غائب ہونے پر مجھے غمگین کرتا تھا ایک دن میں طیش میں آگئی اور میں نے اسے کہا کہ میں تجھ سے خلع لینا چاہتی ہوں اس چیز کے عوض جو میرے پاس ملکیت ہے وہ مان گیا تو میں نے خلع لے لیا پھر میرا بیٹا معاذ بن عفراء یہ جھگڑا لے کر عثمانؓ کے پاس گیا تو انہوں نے یہ خلع نافذ کر دیا اور کہا کہ (تیرا شوہر) میرے سر کے موباف سمیت میرے تمام مال لے لے یا فرمایا اسے کے موباف کے سوا تمام مال پر قابض ہو جائے۔"

(عبدالرزاق عن عبداللہ بن کثیر عن شعبة عن الحكم عن الشعبي عن شريح أنه كان يجيز الخلع دون السلطان۔)(۳۹)

قاضی شریح۔ سلطان وحاکم کے بغیر خلع نافذ کر دیتے تھے۔

حضرت علیؓ

(عن علی قال یحل خلع المرأة ثلاث! اذا أفسدت علیک ذات یدک أو دعوتها تسکن الیها فأبت علیک أو فرجت بغیر اذلک۔)(۴۰)

"آپ نے فرمایا تین باتیں خلع کو حلال کر دیتی ہیں جب کہ عورت تمہارے مال کو برباد کرے، یا تمہارے بلانے کے باوجود تمہارے پاس آنے سے انکار کر دے یا تمہاری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے۔"

مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ خلع کے معاوضے کے طور پر اس سے زیادہ لے جتنا کہ اس نے مہر میں عورت کو دیا تھا۔

(أن علی بن أبي طالب قال! یاخذ منها فوق ما أعطاها۔)(۴۱)

"حضرت علیؓ نے بدل خلع کے متعلق فرمایا مرد عورت سے اس سے زیادہ نہیں لے گا جتنا کہ اس نے مہر میں دیا تھا۔"

(حدثنا ابو بکر قال نا عبدالوهاب الثقفی عن أیوب عن سعید بن المسیب فی المختلعة قال! ان کانت ناشرة أمره السلطان أن یخلع۔)(۴۲)

"سعید بن مسیب خلع کے بارے میں فرماتے ہیں اگر عورت شوہر کو ناپسند کرتی ہو تو حاکم شوہر کو خلع کا حکم دے گا۔"

حق خلع کے بارے میں محدثین وفقہا کی آراء

قانون کے میدان میں کسی بھی مسئلہ میں ماہرین قانون کی آراء کی اہمیت مسلم ہے۔ قانون کی تفہیم۔اس کے معنی کی تعیین اس غلط استعمال سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ماہرین قانون کی آراء کو سامنے رکھا جائے۔ شریعت کے دو پہلو نمایاں ہیں۔

۱۔باعتبار ثبوت ۲۔باعتبار استدلال

عملاً دیکھا جائے تو پہلے میدان کے شہسوار محدثین اور دوسرے کے سرخیل فقہاء نظر آتے ہیں۔ حق قانون کے خلع کے حوالے سے ہم ان کی آراء سے بھی مستفید ہوں گے۔ ابن حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

(وأجمع العلماء علی مشروعیته الا بکر بن عبدالله المزنی التابعی المشهور فانه قال! لا یحل یدخل أن یأخذ من امرأته فی مقابل فرافها شیئا بقوله تعالیٰ ﴿فلا تأخذوا منه شیئا﴾ فأوردوا علیه ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ فادعی نسکها بآیة النساء۔ أخرجه ابن أبی شیبة وغیره عنه، وتعقب مع شذوذه بقوله تعالی فی النساء أیضا ﴿فان طبن لکم عن شئ نه نفسا فکلوه﴾ وبقوله فیها ﴿فلاح جنا علیهما أن یعلما﴾ وبالحدیث وکأنه لم یثبت عنده أو لم یبلغه، وانعقد الاجماع بعده علی اعتبار وأن آیة النساء مخصوصة بآیة البقرة وبآیتی النساء الآخرتین۔) (۴۳)

"خلع کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے مگر ابو بکر بن عبد اللہ المزنی جو کہ مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں جدائی اور علیحدگی کے عوض خاوند کے لیے جائز نہیں وہ اپنی

بیوی سے کچھ لے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے "پس تم اس سے کوئی چیز نہ لو"۔ انکی بات کی تردید اس آیت سے کی گئی ہے کہ میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں اس چیز میں جو بیوی فدیہ دے۔ ابو بکر کہتے ہیں یہ آیت سورۃ نساء کی آیت سے منسوخ ہے۔ ابن أبی شیبہ اور اس کے علاوہ کئی ایک نے انکا مؤقف نکالا ہے۔ ابو بکر المزنی کی شاذ رائے کا سورہ نساء کی ان دو(۲) آیات سے بھی تعاقب کیا گیا ہے۔(۱) پس اگر عورتیں برضاؤ رغبت کوئی چیز دیں تو کھالو۔(۲) میاں بیوی پر صلح کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اس مسئلہ میں حدیث کو یہ کہ انہیں پہنچی ہی نہیں یا ثابت ہی نہیں ہے۔ ان کے بعد خلع کے معتبر ہونے پر اجماع ہے۔ لہذا سورۃ نساء کی آیت سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء کی باقی دو آیات کے ساتھ مخصوص ہے۔"

خلع کا طریقہ کار اور ضابطے کے حوالے سے ابن حجر فرماتے ہیں:

(وضابطہ شرعا فراق الرجل زوجتہ ببذل قابل للعوض یحصل لجھة الزوج۔ وھو مکروہ الا فی حال فحافة أن لا یقیما۔ أو واحد منھما۔ ماأمربہ، وقدینشا ذلک عن کراھة العشرۃ اما لسؤ خلق أوخلق وکذا الرفع الکراھة اذا احتاجا الیہ خشیة حنث یؤل الی البنیوۃ الکبری۔)(۴۴)

شرعی طور پر اس کا ضابطہ یہ ہے کہ آدمی کا اپنی بیوی سے وہ معاوضہ لے کر الگ ہو جانا جو اس نے دیا تھا یہ صرف اس وقت جائز ہوتا ہے جب اللہ کی حدود کو دونوں ہی قائم نہ رکھ سکیں یا دونوں میں سے کوئی ایک قائم نہ رکھ سکے۔ بصورت دیگر خلع لینا مکروہ ہے۔ خلع والی صورت حال ناپسندیدہ اخلاق اور صورت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

نکات

1. ابو بکر المزنی کے (جو کہ مشہور تابعی ہیں) ان کے علاوہ خلع کی مشروعیت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ ان کے بعد تو اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے۔
2. خلع کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ شوہر مہر میں دیا ہوا مال واپس لے کر بیوی سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔
3. میاں، بیوی کے لیے خلع اس وقت جائز ہے جب دونوں کو یا دونوں میں سے ایک کو خطرہ ہو کہ وہ حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکیں گے۔
4. خلع کی نوبت صورت یا سیرت کی ناپسندیدگی کی وجہ سے آتی ہے۔

محمد بن اسماعیل سبل الاسلام میں لکھتے ہیں:

(الحديث فيه دليل على شرعية الخلع وصحته وأنه يحل أخذ العوض من المرأة۔)(۴۵)

"ثابت بن قیس والی حدیث میں خلع کی مشروعیت اور اس کی صحت کی دلیل ہے اور آدمی کا اپنی بیوی سے معاوضہ لینا حلال ہے۔"

خلع کی شرائط کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ محمد بن اسماعیل رقمطراز ہیں:

(وأختلف العلماء هل يشترط في صحته أن تكون المرأة ناشرة أم لا مذهب الى الأول الهادى والظاهرية واختاره ابن المنذر مستدلين بقصة ثابت هذه فان طلب الطلاق نشوز وبقوله تعالىٰ ﴿الا أن يخافا أن يأتين بفاحشة مبينة﴾ وذهب أبو حنيفة والشافعي والمؤيد وأكثر اهل العلم الى الثاني وقالوا يصح الخلع مع التراضي بين الزجين وان كانت الحال مستقيمة بينهما ويحل العوض لقوله تعالىٰ ﴿فان طبن لكم عن شي منه نفساً﴾ ولم تفرق ولحديث ﴿الا بطيبة من نفسه﴾ وقالوا انه ليس في حديث ثابت هذا دليل على الاشتراط والآية يحتمل أن الخوف فيها وهو الظن والهسبان

يكون في المستقبل فيدل على جوازه وان كان الحال مستقيماً بينهما وهما مقيحان لحدود الله في الحال ويحتمل أن يراد أن يعلما ألا يقيما حدود الله ولا يكون العلم الا لتحققه في الحال كذا قيل وقد يقال ان العلم لا ينافي أن يكون النشوز مستقبلا والمراد انى أعلم في الحال أنى لا أحتمل معه اقامة حدود الله في الاستقبال وحينئذ فلا دليل على اشتراط النشوز في الآية على التقديرين۔)(۴۶)

"علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ خلع کے لیے عورت کا ناشزہ ہونا چاہیے کہ نہیں۔ الھادی، ظاہری تو کہتے ہیں نشوز عورت کی طرف سے ہونا چاہیے۔ ابن منذر نے قصہ ثابت سے یہ استدلال کیا ہے کہ علیحدگی کا مطالبہ نشوز کی بنیاد پر ہی ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے یہ کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں اور یہ کہ وہ واضح برائی کو آئیں۔ اَبو حنفیہ، شافعی، المؤید اور اکثر اہل علم کہتے ہیں خلع میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔ اگرچہ ان کے درمیان حالات صحیح ہوں تو معاوضہ خلع کو حلال کر دے گا کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔ اگر وہ خوشی سے دیں تو لے لو، لہذا جدائی نہیں کی جائے گی۔ اور حدیث مگر عورت خوشی سے دے، وہ کہتے ہیں حدیث ثابت میں نشوز کے شرط ہونے کی دلیل نہیں ہے اور آیت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا اس میں خوف ہو۔ ظاہر بات ہے کہ اس کا تو صرف شائبہ اور گمان ہے کہ مستقبل میں نہ ہو جائے پس حدود اللہ سے تجاوز کا خدشہ ہی خلع کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ فی الوقت تو ان کے تعلقات قائم ہیں۔ اور وہ دونوں حدود اللہ قائم کیے ہوئے ہیں۔ احتمال ہے کہ حقیقت حال سے انہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ مستقبل میں وہ حدود اللہ نہیں قائم رکھ سکیں گے۔ اور یہ قول بھی اپنایا گیا ہے کہ مستقبل میں نشوز کا علم خلع کے منافی نہیں۔ تاہم میری مراد تو حالیہ نشوز ہے۔ میں تو حالیہ نشوز کو سامنے رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ مستقبل

میں بھی حدود اللہ قائم نہ رہ سکیں گی۔ چنانچہ اس وقت آیت میں نشوز کے شرط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔"

نکات

1) خلع کے لیے نشوز عورت کی طرف سے ہونا چاہیے یا نہیں۔ ظاہری وغیرہ کے ہاں ہونا چاہیے۔ جبکہ ابو حنیفہ وغیرہ کے ہاں نہیں ہونا چاہیے۔

2) ابو حنیفہ وغیرہ کے ہاں باوقتی طور پر تو باہمی رضامندی ہی ہونا چاہیے۔ لیکن مستقبل میں نشوز کا خدشہ ہو۔

3) مصنف کے ہاں حالیہ نشوز ہی مراد ہے۔

زاد المعاد میں ابن قیم فرماتے ہیں:

(الحدیث) فتضمن ھذا الحکم النبوی عدۃ احکام۔ احدھا! جواز االخلع کما دل القرآن قال اللہ تعالی! (وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ)(۴۷)۔ ومنع الخلع طائفۃ شادۃ من الناس حالفت النص والاجماع۔)(۴۸)

حدیث ثابت بن قیس کے حوالے ابن قیم فرماتے ہیں یہ حکم نبوی کئی احکام پر مبنی ہے۔

(۱) خلع کے جواز پر۔ جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے۔

(۲) جس گروہ نے خلع کی مشروعیت کی مخالفت کی ہے انہوں نے اجماع، نص کی مخالفت کی ہے۔

حق خلع کے بارے میں ابن قدامہ فرماتے ہیں:

(والمرأۃ اذا کانت مبغضۃ للرجل وتکرہ أن تمنعہ ماتکون عاصیۃ بمنعہ فلا بأس أن تفتدی نفجھا منہ۔)(۴۹)

"جب بیوی شوہر کو ناپسند جانتی ہو اور اس سے نفرت کرتی ہو اور شوہر جسے نافرمانی سمجھے اس سے روکے تو بیوی پر گراں گزرتا ہو اس صورت حال میں عورت کا اپنی طرف سے کوئی فدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔"

ابن قدامہ مزید فرماتے ہیں:

(وجملة الأسر! أن المرأة اذا کرهت زوجها لخلقه أو خلقه أو دینه أو کبره أو ضعفه أو نحو ذلك وخشیت أن لاتؤدی حق الله فی طاعته جاز لها أن تخالعه بعوض تفتدی به نفسها۔) (۵۰)

"اور من جملہ بات یہ ہے کہ جب عورت اپنے شوہر کو اس کی صورت و سیرت، دین، رویے، کمزوری یا کسی اور وجہ سے ناپسند کرے اور اسے خدشہ ہو کہ وہ اس کی اطاعت میں اللہ کا حق ادا نہیں کر سکے گی تو اس کی صورت میں وہ اپنی طرف سے معاوضہ دے کر خلع لے سکتی ہے۔"

ابن حزم فرماتے ہیں:

(الخلع وهو الافتداء اذا کرهت المرأة زوجها فخافت أن لا نوفیه حقه أو حافت أن یبغضها فلا یوفیها حقها فلها أن تفتدی منه۔)(۵۱)

"خلع اس وقت ایک فدیہ دینا ہے جب عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور وہ ڈرتی ہو کہ اس کا حق ادا نہیں کر سکے گی۔ یا اسے شوہر کی نفرت اور حقوق کی عدم ادائیگی کا خدشہ ہو تو اس صورت میں اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مال دے اور آزاد ہو جائے۔"

آراء کا تجزیہ

فقہاء و محدثین کا مذکورہ آراء کا اگر ہم تجزیہ کریں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ

1) شریعت انسان کے فطری حقوق کی پاسداری اور خیال رکھتی ہے۔ وہ کسی بھی ذات کو تکلیف ماہ یطاق کا مکلف نہیں ٹھہراتی بلکہ انسانوں کو ان کی فطری استعداد کے مطابق ہی مکلف کرتی ہے۔

2) مزید یہ کہ شریعت میں انسانی طبائع کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کسی بھی حکم کو اس حد تک لازم کیا جاتا ہے جس حد تک طبیعت انسانی اسے قبول کرتی ہے۔ اگر کوئی حکم شرعی طبع پر ناگوار گزرتا ہے اور طبیعت اس ناگواری کو مسلسل محسوس کرتی ہے اور وہ حکم چھوڑ دینے سے شرع کی اساسی تعلیمات پر کوئی ضد نہیں آتی اس صورت میں اسے چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔

3) مردوزن کے حقوق و فرائض کے تعین میں شریعت اسلامیہ نے راہ اعتدال اپنائی ہے۔ اس میں جو ذمہ داریاں اور حقوق جس کے بنتے ہیں۔ فطری تقسیم کے مطابق ہی انہیں عائد کیا ہے۔

4) چنانچہ شریعت میں حق خلع یا خلع کا جواز اسی نوعیت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ جب کسی بیوی کو احساس ہو کہ وہ ازدواجی زندگی خوشگواری کے ساتھ نہیں گزار سکے گی تو اس کے لیے جائز ہے مہر یا اس کی مثل کم و بیش معاوضہ دے کر بطریق احسن علیحدگی اختیار کرلے۔ محدثین وفقہاء کی آراء کا اگر ہم جائزہ لیں تو یہ باتیں سامنے آتی ہیں۔

1) خلع کی مشروعیت پر تمام لوگ متفق ہیں حتی کہ علماء کا اس کی مشروعیت پر اجماع ہے۔

2) ابو بکر المزنی ایک مشہور تابعی ہیں۔ وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کی مشروعیت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن یہ مؤقف دلائل کی دنیا میں انتہائی کمزور ہے۔

3) خلع کا جواز صرف انہیں صورتوں میں ہے جب ازدواجی رشتے میں کوئی ایسی دراڑھ آجائے جسے بھرنہ ناممکن ہو اور اس رشتے کے اللہ نے جو احکام دیے ہیں۔ ان کی بے حرمتی یا نافرمانی کا خدشہ ہے۔

4) یہ ناپسندیدگی اگرچہ کچھ فقہاء نے کہا ہے کہ عورت کی طرف سے ہو تب ہی خلع جائز ہے لیکن اگر ساتھ اس میں مرد بھی شامل ہے تو کوئی حرج نہیں۔

5) خلع کا جائز اور مشروع طریقہ یہ ہے کہ عورت مہر میں لیا ہوا مال علیحدگی کے عوض واپس کرے۔

اگر مرد خلع نہیں دے رہا تو قاضی اپنے اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

سابقہ ساری بحث کا خلاصہ یا ماحاصل یہی سامنے آتا ہے کہ:

- خلع میں حاکم یا قاضی کی شمولیت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اس کی ممانعت نہیں ہے۔
- خلع اَصل میں حاکم کے بغیر ہی ہے جیسے نکاح بیع ہے۔
- کسی قسم کے جھگڑے یا خاوند کی طرف سے خلع دینے کے انکار کی وجہ سے قاضی یا حاکم اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔

یعنی خاوند کو خلع پر مجبور بھی کر سکتا ہے اور جھگڑے کے تصیفے کی کوئی صورت نکال کر اسے نافذ بھی کر سکتا ہے۔

عہد خلفا راشدین میں بھی خلع کی حجیت اور مشروحیت پر جواز ملتا ہے۔ چنانچہ خلفاء کے اس باب نظائر ہمیں ملتے ہیں انہوں نے سنت کے مطابق خلع کی عدت ایک حیض مقرر کرتے ہوئے علیحدگی کا حکم صادر فرمایا لہذا خلع احادیث اور آثار سے ثابت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱- النساء۴: ۱ ۲- النساء۴: ۱۹

۳- ابن منظور، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔ لبنان، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء (مادہ خلع)، ۸۲/۸

۴- الجزیری، عبدالرحمٰن، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، داراحیاء التراث العربیہ، ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۹۹ء، ۳۳۰/۴
۵ - امام علامہ تقی الدین، ابن تیمیہ، الفتاوی الکبری، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء، ص: ۳۳۴
۶ -ابی محمد علی بن احمد بن سعد بن حزم، المحلی، لجنتہ احیاء التراث، بیروت، (مادہ خلع)، ۲۳۰/۱۰
۷ -المغنی، ہجر، الطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، القاہرہ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء، ۲۶۷/۱۰
۸ - البقرہ: ۲۲۹
۹- ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی بن محمد، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دارالکلم الطیب، بیروت، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء، التاسع/ ۳۹۶-۳۹۷
۱۰ - القرطبیؒ، ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن، دارالشھانۃ، بیروت۔ لبنان، س۔ن، ۹۴۶/۲
۱۱ - فتح الباری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ ۳۹۷/۹-۳۹۶
۱۲ - البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، : ۵۲۷۳، ص: ۱۱۴۴
۱۳ - ابن قیم الجوزیہ، زادالمعاد، مکتبہ المنارالاسلامیہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء، حکم رسول اللہ ﷺ فی الخلع، ۱۹۷/۵
۱۴ - زادالمعاد، حکم رسول ﷺ فی الخلع ۱۹۳/۵
۱۵ - المغنی ۵۲/۷
۱۶۔ ایضاً
۱۷- صحیح بخاری، کتاب الطلاق باب الخلع وکیف الطلاق، ص:۱۱۴۴
۱۸ - فتح الباری، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، کتاب الطلاق، التاسع/ ۳۹۶
۱۹ - النساء ۴: ۱۲۸
۲۰- البقرہ ۲: ۲۲۹
۲۱- المحلی، الخلع، احکام الخلع ۲۳۷/۱۰
۲۲-ایضاً
۲۳- السید سابق، فقہ السنۃ، دارالکتاب العربی، بیروت۔ لبنان، طبع الثانیۃ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء، ۲۹۹/۲
۲۴- المائدہ ۵: ۴۹
۲۵- النساء ۴: ۶۵
۲۶- بخاری، کتاب الطلاق: باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، رقم الحدیث: ۵۲۷۳، ص: ۱۱۴۴

۲۷- البقرہ۲: ۲۲۹ ۲۸- ایضاً ۲۹- ایضاً

۳۰- علامہ ابن تیمیہ، شرح العقیدۃ الواسطیۃ، مکتبہ دارالسلام، الریاض، طبع الاولی، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، ص: ۵۹

۳۱- الحافظ ابی عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجہ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۵/۱

۳۲- سنن البیہقی، السنن الکبری، کتاب الخلع والطلاق باب الوجہ الذی تحل بہ الفدیۃ، دارالمعرفۃ، بیروت۔ لبنان،، طبع اول، ۱۳۰۳ھ ۳۱۵/۷

۳۳- الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار حیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، کتاب الطلاق، ۱۴۵/۳

۳۴- المغنی ۵۲/۷

۳۵- عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی، المصنف، باب الخلع دون السلطان، ۱۳۹۲ء/ ۱۹۷۲م، رقم الحدیث: ۱۱۸۱۲، السادس/۴۹۵

۳۶- علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی، کنز العمال، کتاب الخلع، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۴م، ۶۱۵/۳

۳۷-امام حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، طبع المبعہ العلوم الشرقیۃ، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱م، رقم الحدیث: ۱۵۲۶۵، ۱۱۰/۵

۳۸- کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، رقم الحدیث: ۱۵۲۶۸۔ ۱۸۲/۶

۳۹- المصنف، باب الخلدون السلطان، کتاب الطلاق، رقم الحدیث: ۱۱۸۱۳

۴۰- کنزل العمال، کتاب الخلع، ۶، ۸۴/۵، رقم الحدیث: ۱۵۲۶۹؛ المصنف، عبدالرزاق، الجز السادس، ص: ۴۹۵

۴۱- المصنف، رقم الحدیث: ۱۱۸۴۴، ۵۰۳/۶

۴۲- مصنف، کتاب الطلاق ۱۱۷/۵

۴۳- فتح الباری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ ۳۹۵/۹

۴۴- ایضاً، ص: ۳۹۶

۴۵- محمد بن اسماعیل الامیر الیمنی الصنفانی، سبل السلام، شرح بلوغ المرام، باب الخلع طبع دار الحدیث الازھر، ۳/۳ ۵۷

۴۶- ایضاً   ۴۷- البقرہ،۲: ۲۲۹

۴۸- زاد المعاد ۵/ ۱۹۳   ۴۹- المغنی ۷/ ۵۱

۵۰- ایضاً   ۵۱- المحلی، کتاب الخلع ۷/ ۲۳۵